ڈاکٹر رابعہ شاہ
لیکچرار، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

Dr. Rabia Shah
Lecturer, Dept. of Urdu, Hazara University, Masehra

افسانوی مجموعہ "ر" اور مائیکرو فکشن

Collection of Short Stories "Re" & Micro fiction

Abstract: Majid shah is a seasoned writer. He is also a poet and a fiction writer . His books of poetry and fiction have been published. His legendary Collection Ray consists of the shortest fiction. Majid shah has entered the convoy of exploring the aforementioned possibilities of micro fiction with full confidence. Their range of topics is wide and diverse In terms of intellectual and artistic behavior. They are well versed in the art of adapting their stories to a finite structure and have an amazing ability to create impact within the story.

Key Words: Aforementioned, artistic behavior, diverse, finite structure, impact

سید ماجد شاہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء ضلع ایبٹ آباد کے گاؤں میاندی سیری میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کیا اور درس وتدریس کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔ کافی سال تک پنجاب گروپ آف کالج میں لیکچرار کے عہدے پر معمور رہ کر اپنی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ پھر اس ملازمت کو خیر باد کہہ کر پیغام گروپ آف کالج کے نام سے ایک تدریسی ادارہ شروع کیا سربراہ کی حیثیت سے اس کو چلاتے رہے لیکن کچھ وجوہات کی بناء پر اس ادارے سے الگ ہو گئے ہیں۔ اب اپنا سارا وقت علم وادب کی خدمت میں گزار رہے ہیں۔ آپ نے شاعری، افسانہ نگاری، ڈرامہ، سفر نامہ جیسی اصناف کو ذریعہ ء خیال بنایا ۔اردو افسانے کی کتاب " ق "(اردو افسانے) ۲۰۱۶ء " ر " (اردو مختصر افسانے)۲۰۱۸ء میں شائع ہوئی۔ ان کی کتاب " ق "پر انھیں پروفیسر محمد شفیع ایوارڈ اباسین آرٹ کونسل پشاور کی جانب سے ملا۔ اردو شاعری کی کتاب " م " زیرِ طبع ہے۔ ماجد شاہ صرف اردو زبان ہی نہیں بلکہ ہندکو زبان وادب میں بھی اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ چکے ہیں۔ "در شاہی "(ہندکو نظم اور نثر)۲۰۱۷ء " اور ش "(ہندکو افسانے)۲۰۱۷ء میں شائع ہوئی ان کی کتاب " اور ش "پر دل دریا پاکستان پہلا ایوارڈ ۲۰۱۸ء ملا اور نیشنل ٹیلنٹ کونسل ایبٹ آباد کی طرف سے نیشنل ٹیلنٹ ایوارڈ ۲۰۱۸ء ملا۔ کہانڑیں آخدی اے "(ہندکو مختصر افسانے) اور "سر بن دی چھنگ " زیرِ طبع ہے۔ اخبار ہندکوان میں ہندکو کالم " چلک " کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ کے ٹو ٹی وی پر ہندکو کتابوں پر تبصرہ پروگرام " ہک کتاب ہزارے دی " میں ہندکو کتابوں پر تبصرہ کرتے ہیں۔ " بلدا دیوا "(ہندکو ناول)۲۰۲۰ء میں شائع ہوا اس ناول کو رضا ہمدانی "ایوارڈ اباسین آرٹس کونسل پشاور کی جانب سے ملا اور دل دریا پاکستان والوں کی طرف سے پہلا ایوارڈ ۲۰۲۱ء سے نوزا گیا۔

ماجد شاہ نے جس صنف میں طبع آزمائی کی ان کی تحریریں فنی اور فکری لحاظ سے کئی خوبیوں کی حامل ہیں انھوں نے مائیکرو فکشن بھی تخلیق کیے ہیں۔ مائیکرو فکشن جو کہ انگریزی زبان سے براہِ راست اردو ادب میں آیا اور یہاں بھی اس کو بہت مقبولیت ملی۔ افسانہ وہ صنفِ سخن ہے جس میں سب سے زیادہ ہیئتی تجربات ہوئے ہیں۔ روایتی افسانہ،، علامتی، تجریدی اور یہ سلسلہ رکتا ہی نہیں ہے بلکہ افسانے میں نئے نئے ہیئتی تجربے ہوتے جا رہے ہیں۔ افسانہ روز بروز

سمٹتا جارہا ہے۔ اب اس میں یہ نئی قسم متعارف ہوئی ہے جو مائیکرو فکشن کہلاتی ہے۔ یہ افسانے کی ایسی قسم ہے جو چند سطروں کی مختصر سی کہانی ہے جس کو ایک منٹ یا اس سے بھی کم وقت میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اس مختصر افسانے کو " مائیکرو فکشن " کا نام دیا ہے۔ ماجد شاہ کے افسانوی مجموعے " ر " میں شامل افسانے زیادہ سے زیادہ ایک پیرا گراف اور کم سے کم دو سطروں پر مشتمل ہیں۔ یہ مختصر ترین افسانے زیادہ سے زیادہ ایک منٹ دو منٹ اور کچھ تو اس سے بھی کم ٹائم میں پڑھے جا سکتے ہیں۔ اس مائیکرو فکشن کا ظہور کہاں ہوا اور یہ اردو ادب میں کیسے پہنچا اور اس کو کن کن ناموں سے پکارا گیا۔ بقول زعیم رشید:

مائیکرو فکشن کا ظہور لاطینی امریکہ میں بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا جہاں سے یہ مغربی یورپ پہنچ گیا اور آخری دہائیوں میں شام اور عراق تک پہنچ چکا تھا ، مراکش الجزائر اور تیونس میں اسے پذیرائی ملی۔ امریکیوں نے اسے فلیش فکشن کا نام دیا تو جاپانیوں نے اسے ہتھیلی سائز کی کہانی کہا۔ چین میں اسے منٹ لانگ ، سموک لانگ یا سگریٹ نوشی ٹائم کہانی بھی کہا گیا ہے کچھ لکھاریوں نے اسے پوپ کہانی سمجھا کبھی اسے مختصر ترین افسانہ یا مائیکرو اسٹوری کہا گیا تو کہیں پورٹریٹ ادب کا نام دیا گیا تو کہیں ٹیلی گراف سٹوری کے نام سے پکارا گیا۔ مائیکرو فکشن مغرب کے کئی معروف لکھاریوں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہا"(۱)

اردو ادب میں اس صنف کو مقبولیت ملی تو اس میں تجربات ہونے لگے کسی نے ان مختصر کہانیوں کو مائیکروف کا نام دیا تو کسی نے فلیش فکشن اور کسی نے مائیکرو فکشن کا نام دیا۔ اب سب سے بڑا مسئلہ اس بات کا پیدا ہوا کہ کس تحریر کے لیے کتنے الفاظ کا تعین کیا جائے۔ فلیش فکشن کتنے الفاظ پر مشتمل ہو گا اور مائیکروف اور مائیکرو فکشن کو کتنے الفاظ میں لکھنا ضروری ہے۔ مائیکرو فکشن کی وضاحت کرتے ہوئے زعیم رشید لکھتے ہیں:

" فلیش فکشن اور ٹوئٹر لٹ کے درمیان مائیکرو فکشن ہے ، ٹوئٹر لٹ ۲۵ الفاظ تک ہوتا ہے اور فلیش فکشن ۵۰۰ الفاظ سے شروع ہوتا ہے تو ان کے درمیان ہی مائیکرو فکشن کی تعداد کا تعین ہو گا۔ الفاظ کی تعداد کے بعد بحوالہ متن بھی اسے دوسری اصناف سے مختلف ہونا چاہئے۔ ------- مائیکرو فکشن کا متن اسے دوسری اصناف سے مختلف بناتا ہے انہاک کے مباحث میں یہ بات سامنے آئی کہ مائیکرو فکشن کا جنم نثری نظم کے اختلاط سے ہوا۔ اس لیے کبھی یہ نثری نظم کے روپ میں بھی نظر آتے ہیں اور کبھی افسانوں کا پیرایہ اوڑھتے ہیں جب نظم میں نثر کی ملاوٹ ہو تو مائیکرو فکشن جنم لیتے ہیں۔ ہر مختصر قصہ اور کہانی مائیکرو فکشن نہیں اور نہ ہی لطائف اس ضمن میں آتے ہیں۔"(۲)

ماجد شاہ افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ افسانہ نگاری کی اس صنف میں شاعری کی چاشنی موجود ہے اس لیے ماجد شاہ نے اس صنف سخن میں بھی طبع آزمائی کی ہے ماجد شاہ کا افسانوی مجموعہ " ر " ان کے ۱۰۳ مختصر ترین افسانوں پر مشتمل ہے۔ ماجد شاہ کے افسانوی مجموعے " ر " کے بہت سے افسانے پچیس اور پانچ سو لفظوں کے درمیان آتے ہیں۔ اس لیے ان افسانوں کو ہم مائیکرو فکشن کہہ سکتے ہیں مائیکرو فکشن میں افسانہ نگار مختصر الفاظ میں کسی خیال اور تاثر کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری اس کو پڑھتے ہی اس کے مرکزی خیال تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ ماجد شاہ کی اس کتاب میں کچھ افسانے ایسے بھی ملیں گے جن کے الفاظ کی تعداد پچیس سے کم بھی ہو گی یہاں اگر افسانے کے لیے جو الفاظ کی شرط رکھی گئی ہے اس سے اجتناب کرتے ہوئے کم سے کم الفاظ میں مکمل کہانی بیان کی جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ کم الفاظ میں مکمل کہانی کہنے کا فن مائیکرو فکشن ہے۔ مختصر الفاظ میں مکمل کہانی بیان کرنا اور قاری کو متاثر کرنا ہی ایک کامیاب مائیکرو فکشن کی ضمانت ہے۔ ماجد شاہ نے اپنی اس کتاب میں شامل تمام تحریروں کے لیے افسانے کا لفظ ہی استعمال کیا ہے اس کی کتاب میں موجود یہ مختصر کہانیاں روایتی کہانی سے مختلف ہیں۔ مصنف نے تھوڑے سے الفاظ میں مکمل کہانی بیان کی ہے وہ اپنی کہانیوں کو محدود ہئیتی ساخت میں بیان کرنے کے فن سے آگاہ ہیں۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی ان کے افسانے کی ہئیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

کے مذکورہ امکانات کی تلاشیوں کے قافلے میں سید ماجد شاہ ایک Micro fiction بھرپور اعتماد کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ ان کے موضوعات کا دائرہ وسیع ہے اور فکری و فنی برتاؤ کے لحاظ سے تنوع کا حامل بھی ہے۔ وہ اپنی کہانیوں کو محدود ہیئتی ساخت میں ڈھالنے کے ہنر سے آگاہ ہیں اور کہانی کے اندر تاثرات پیدا کرنے پر حیرت افزا دسترس رکھتے ہیں۔" (۳)

کسی موضوع پر تفصیل سے لکھنا آسان ہے لیکن وسیع خیالات کو چند جملوں میں بیان کرنا ایک نہایت ہی مشکل فن ہے۔ اگر اس تناظر میں ہم ماجد شاہ کے افسانوں کو دیکھیں تو ان کے افسانوں میں کہیں ایسی علامات کا استعمال نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے قاری الجھن کا شکار ہو۔ انھوں نے مختصر افسانہ لکھا لیکن ان کے افسانے معنویت سے بھرپور ہیں۔ انھوں نے اپنے افسانوں کو محدود ہیئتی ساخت میں ڈھالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ آج کے اس مصروف دور میں ایسے مختصر افسانے وقت کی ضرورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے افسانے جن کے پڑھنے پر ایک منٹ بھی صرف نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں کوئی بھی ادب جو تخلیق کیا جاتا ہے اس کا مقصد ابلاغ ہے۔ اب افسانہ نگار اپنی بات تین چار صفحات میں سمجھائے یا چند سطروں میں یہ اس پر منحصر ہے۔ مختصر افسانے میں گہرے مطالب پیش کرنا ایک نہایت ہی مشکل کام ہے۔ اس کے لیے گہرے مشاہدے، وسیع علم اور فنی و تکنیکی مہارت کی ضرورت ہے اگر فنی لحاظ سے ماجد شاہ کے افسانوں کا مشاہدہ کیا جائے تو ان کے افسانوں کی سب سے بڑی خوبی اختصار ہے ان کا ہر ایک افسانہ اختصار کے باوجود گہری معنویت رکھتا ہے۔ ان کے چند سطروں کے افسانے کوزے میں دریا کو بند کرنے کے مصداق ہیں جس طرح شعر میں شاعر دو مصرعوں میں وسیع موضوع کو بیان کرتا ہے۔ ماجد شاہ نے نثر میں بھی وہ ہی انداز اپنایا ہے۔

ماجد شاہ کے افسانوی مجموعے " ر" میں فکری لحاظ سے بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ ماجد شاہ نے ہر قسم کے موضوع کو اپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے ان کا مشاہدہ عمیق اور تجربہ وسیع ہے وہ حساس دل رکھنے والے انسان ہیں ان کے ارد گرد جو واقعات رونما ہوتے ہیں وہ ان پر سرسری نظر ڈال کر آگے نہیں بڑھتے بلکہ ان کے بارے میں سوچتے ہیں انھیں محسوس کرتے ہیں۔ ماجد شاہ کے افسانے گوناگوں موضوعات کی آماجگاہ ہیں۔ ان کے افسانوں کو اگر موضوعات کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو ان کے افسانوں کا ایک موضوع سماجی اور معاشرتی مسائل ہیں۔ معاشرتی ناہمواریاں، سماجی بے راہ رویاں، انسان کی بے حسی ،بناوٹ دکھلاوا، منافقت غربت اور بے روزگاری ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو غربت کی اوسط سطح سے بھی نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے ہی غربت کی چکی میں پستے لوگوں کی زندگی ان کو قلم اٹھانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ماجد شاہ ان ملازمت پیشہ لوگوں کو بھی طنز کا نشانہ بناتے ہیں جو کولہوں کی بیل کی طرح آنکھوں پر نوٹوں کی پٹی باندھے اپنے کام میں جتے ہیں وہ مرد اور عورت کی نفسیات سے بھی واقف ہیں انھوں نے اپنے افسانوں میں بہت اچھے انداز میں اس کو پیش کیا ہے۔ وہ ایسے افسانہ نگار ہیں جو حقیقت سے نظریں نہیں چراتے بلکہ جو ان کی نظر دیکھتی ہے اس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر صفحہ ءِ قرطاس پر اتار دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر ان کے افسانوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کے ساتھ پورا انصاف کیا ان کا ہر افسانہ ان کے وسیع مشاہدے اور تجربے کا بیّن ثبوت ہے۔ ماجد شاہ مختصر افسانہ لکھنے کے فن سے واقف ہیں۔ وہ مشاہدے کے ظاہری پہلو میں باطنی پہلو تلاش کرتے ہیں۔ اپنے اسی تخیلی عمل کی وجہ سے انھوں نے اپنے افسانوں میں استعارہ، کنایہ اور اشاریت کا اور استعاراتی زبان کا استعمال کیا ہے۔ لیکن انھوں نے واقعہ کے ظاہری اور باطنی پہلو میں ربط قائم کیا ہے۔ قاری ظاہری معنوں کے پیچھے پیچھے باطنی معنوں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ ان کی کتاب ۱۰۳ مختصر ترین افسانوں پر مشتمل ہے۔ وہ تمام افسانے اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان پر الگ الگ بات کی جائے۔ ان کی ہئیت اور موضوع کو زیرِ بحث لایا جائے لیکن یہاں مثال کے لیے ان کے دو افسانوں کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ چند لفظوں میں وسیع موضوع کو کیسے سمیٹے ہوئے ہیں مثلاً ان کا افسانہ گنے چنے لفظوں کی کہانی" ملاحظہ کریں:

"کہانی کار لفظ گن گن کر چُنتا اور پھر چُن چُن کر گنتا تھا۔　　لفظ دار تاروں میں کہانی پھڑ پھڑ رہی تھی۔"(۴)

اگر اس افسانے کا فکری جائزہ لیا جائے تو اس افسانے میں مصنف نے گنے ہوئے لفظوں کی کہانی کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا ہے۔آج کل گنے ہوئے لفظوں کی کہانی لکھنے کی روایت پڑتی جا رہی ہے۔اس طرح گنے چنے لفظوں میں بعض دفعہ کہانی کار کہانی سے انصاف نہیں کر سکتا۔ لفظوں پر توجہ مرکوز رہتی ہے جس کی وجہ سے مفہوم غائب ہو جاتا ہے ان کے خیال میں کہانی پر کوئی پابندی نہ ہو۔جتنے لفظوں میں مفہوم ادا ہو اتنے ضرور لکھے جائیں۔ کہانی لفظوں کی قید سے آزاد ہونی چاہیئے۔

افسانہ نگار کہانی لکھتے وقت واقعات کی ترتیب پر خاص توجہ دیتا ہے کیونکہ اگر کسی افسانے کا پلاٹ کمزور ہو تو کہانی بے ترتیب بے ہنگم ہوتی ہے۔اس دو جملوں کی کہانی کا پلاٹ بہت مضبوط ہے۔ماجد شاہ نے تین جملوں کو خاص ترتیب سے لکھا ہے ان میں ایک خاص ربط و تسلسل پیدا ہو گیا ہے۔ کہانی کا پہلا جملہ :" کہانی کار لفظ گن گن کر چنتا" یعنی کہانی کار کہانی کو ترتیب دیتے ہوئے لفظوں کی گنتی پر خاص توجہ دیتا ہے۔جتنے لفظوں میں کہانی لکھنے کا ہدف ہے اس سے زیادہ نہ لکھ دیے۔" پھر چُن چُن کر گنتا تھا۔" کہانی لکھنے کے بعد جتنے لفظ لکھے پھر ان کی گنتی کرتا ہے تاکہ ہدف سے زیادہ لکھے گئے لفظوں کو حذف کر دے۔" لفظ دار تاروں میں کہانی پھڑ پھڑ رہی تھی۔" لفظ دار تاروں میں کہانی پھڑ پھڑ رہی ہے۔پھڑ پھڑانا کا مطلب ہے پرندے کا بازو یا پر مارنا، تڑپنا یعنی جب پرندے کی اُڑان میں رکاوٹ پیدا کی جائے یا اسے پنجرے میں قید کر کے اس کی آزادی پر قدغن لگا دی جائے تو وہ پھڑ پھڑاتا ہے۔کہانی کا پھڑ پھڑانا بھی اس پر لگائی پابندی کا پتہ دیتا ہے۔اس مختصر ترین افسانے میں ہمارے سامنے دو کردار ہیں ایک کہانی کار دوسرا کہانی۔ کہانی کار کہانی سے لفظوں کا کھیل کھیلتا ہے لفظ لکھتا اور لفظ کاٹتا ہے۔ لفظوں کو لوہے کی تاریں کہا ہے۔ کہانی غیر مجسم شے ہے ماجد شاہ نے تمثیلی انداز اختیار کرتے ہوئے۔لوہے کی تاروں میں اس کے تڑپنے کو ظاہر کیا ہے۔اگر اس مختصر ترین افسانے کا اسلوب دیکھیں اس افسانے میں حرفی و لفظی تکرار سے نغمگی پیدا کی گئی ہے۔

مثلاً ۔ ۔" لفظ گن گن کر چنتا اور پھر چُن چُن کر گنتا۔" اس جملے میں لفظ" گن گن، گنتا اور " چُن، چُن، چُنتا" اس میں حرف گ، ن، چ، تا کی تکرار سے غنائیت پیدا کی ہے" لفظ دار تاروں میں کہانی پھڑ پھڑ رہی تھی۔" اس جملے میں منظر نگاری کے خصائل پائے جاتے ہیں۔اس میں استعارے کا استعمال بھی کیا ہے۔ان تین جملوں کی مختصر تحریر میں ایک مکمل افسانے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

دوسرے مختصر ترین افسانے" تھکا دینے والی صبح" کا تجزیہ ملاحظہ کریں:

" کبھی میرے پاس کتنا وقت ہوتا تھا کہ لمحوں کی ریزگاری سے میری جیبیں بھری رہتی تھیں۔ میں جان بوجھ کر دوستوں کے سامنے اچھل اچھل کر چلتا تھا کہ جیب چھنکیں۔میرے اچھلنے کے انداز میں ریزگاری کی دھنیں بنتی تھیں۔ کبھی چھنن چھن چھنن تو کبھی چھن چھنن چھن۔ میں سارا دن ایک ایک سکہ اچھال کر کھیل خریدتا تھا۔ کانچے اور ڈبیاں اور گلی ڈنڈا کیا کیا میرے بینک بیلنس میں نہیں تھا۔ایک دن میری جیب میں وہ سکے آ گئے جو بھاری بھر کم تھے ۔جن سے میں خریدنے کی صفت سے آگاہ ہوا اور وقت کے سکے کھوٹے سمجھ کر میں نے کہیں دور پھینک دیے وہ دن اور آج کا دن سورج میرا غلام ہو گیا ہے ۔وہ میرے گھر جھاڑو دینے آتا ہے۔وہ دن اور آج کا دن میں سنہری کرنوں والی جاروب کی زد میں ہوں۔۔۔۔۔۔روزانہ ایک ہی ٹھو کر مجھے میرے خوابوں سمیت بازار میں پھینک آتی ہے۔"(۵)

افسانہ" تھکا دینے والی صبح" میں انھوں نے بچپن کی بے فکر زندگی کا موازنہ بڑے اور سمجھدار ہونے والی زندگی سے کیا ہے۔ بچپن میں انسان کی جیبً خالی ہوتی ہے لیکن اس کے پاس وقت کی فراوانی ہوتی ہے۔ بچے پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ ہر فکر سے آزاد ہوتا ہے۔وہ موج مستی کرتا کھیلتا کودتا خوش و خرم، پر سکون زندگی جیتا ہے۔اس کی ضرورتیں محدود ہوتی ہیں اور کمانے کی فکر نہیں ہوتی جیب میں ایک روپیہ بھی نہ ہو لیکن سارا دن وہ

اچھل کود کے مختلف طرح کے کھیل کھیل کے خوش رہتا ہے لیکن جوں ہی بچپن کی سرحد کو پار کر کے سمجھداری کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور وہ پیسے کی اہمیت سے آگاہ ہوتا ہے۔اس دن کے بعد اس کی زندگی سے بے فکری اور وقت دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔یہ ایک حقیقت ہے کہ بچپن میں ہم پرسکون مطمئن اسی وجہ سے ہوتے ہیں ہماری خواہشات محدود ہوتی ہیں۔ ہمارے کندھوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی لیکن جوں جوں ہم بڑے ہوتے جاتے ہیں ہماری خواہشات بڑھتی جاتی ہیں۔ان خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ہماری تگ و دو اور کوشش بڑھ جاتی ہے۔اس افسانے میں ایک حقیقت بیان کی گئی ہے ہم سب پیسہ کمانے کے لیے گھن چکر بن چکے ہیں۔ماجد شاہ نے ایک حقیقت سے پردہ سرکایا ہے۔یہ سچ ہے ہم سب آج کل بہت مصروف ہیں۔ہماری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ روز نت نئی خواہشات اور ان کی تکمیل کے لیے پیسے کا حصول ہمیں مصروف رکھتا ہے۔ہم منہ اندھیرے اٹھ کر اپنے کام میں جت جاتے ہیں۔

ماجد شاہ کے افسانے مختصر ہونے کے باوجود جامعیت رکھتے ہیں۔ان کی کہانی مربوط ہوتی ہے وہ کڑی سے کڑی ملاتے ہیں جس سے کہانی میں ترتیب اور تسلسل پیدا ہو جاتا ہے۔وہ بہت بچے تلے الفاظ میں بات کرتے ہیں بے کار لفاظی سے پرہیز کرتے ہیں۔اگر ان کی اس کہانی پر بات کی جائے تو اس کہانی میں پہلے بچپن کی بے فکر زندگی اس کے بعد روپے کی اہمیت کا پتہ چلنا اس کے بعد انسان کی خواہشات اور پھر ان کی تکمیل کے لیے ہر وقت پیسے کمانے کے لیے جتے رہنا۔انھوں نے ان تین نقطوں کو کمال مہارت سے مربوط انداز میں پیش کیا ہے۔اس افسانے میں مصنف نے واحد متکلم کے ذریعے تمام کہانی بیان کی ہے ۔جس میں پہلے وہ اپنے بچپن کو یاد کرتا ہے جب وہ وقت کی دولت سے مالا مال تھا اور بے فکری سے اپنے دوستوں کے ساتھ طرح طرح کے کھیل کھیلتا تھا ۔پھر اس کی جیب میں بھاری بھر کم سکے آئے جس سے وہ چیزیں خریدنے کی صفت سے آگاہ ہوا۔اس دن اس کو یہ دولت وقت کی دولت سے زیادہ قیمتی لگی اور اس نے اس دولت کو کمانے کے لیے وقت کی دولت قربان کر دی۔پیسے کی اہمیت سے آگاہ ہونے کے بعد اس کی مصروفیات میں اضافہ ہو گیا مصنف نے اس افسانے میں جن کھیلوں کا ذکر کیا ہے۔وہ بھی مٹتی ہوئی پرانی تہذیب کی چند نادر یادگاریں ہیں گلی ڈنڈا، کانچے اور ڈبیاں جو آج ہماری نئی نسل کے بچے شاید جانتے بھی نہ ہوں۔ماجد شاہ ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جو لفظوں کی اہمیت سے آگاہ ہیں لفظوں کو جملوں میں برتنے کا ہنر جانتے ہیں۔حرفوں اور لفظوں کی تکرار سے کیسے غنائیت و موسیقیت پیدا کرنی ہے وہ بہتر جانتے ہیں۔اپنے اس افسانے میں بھی انھوں نے حرفی و لفظی تکرار سے ترنم پیدا کیا ہے۔

مثلاً :

" چھنن چھن چھنن تو کبھی چھن چھنن چھن۔"

" دوستوں کے سامنے اچھل اچھل کر چلتا تھا تاکہ جیب چھنکیں۔ "

" میں سارا دن ایک ایک سکہ اچھال کر کھیل"

" وہ دن اور آج کا دن سورج میرا غلام ہو گیا ہے۔"

" وہ دن اور آج کا دن میں سنہری کرنوں کی۔" (۶)

ماجد شاہ کے افسانوں کی ایک خصوصیت ان کا استعاراتی اور علامتی انداز ہے۔وہ استعاروں کے استعمال سے وسیع اور گہرے مطالب کو چند جملوں میں سمیٹنے کے ماہر ہیں وقت کو دولت کہا جاتا ہے اسی مناسبت سے ماجد شاہ نے لمحوں کے لیے ریزگاری، کھوٹے سکے، بینک بیلنس کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔اس لیے سورج کی کرنیں نکلنے سے پہلے اپنے کام پر روانہ ہو جانے کے لیے انھوں نے علامتی انداز اپنایا ہے۔مثلاً

" وہ دن اور آج کا دن سورج میرا غلام ہو گیا ہے۔وہ میرے گھر جھاڑو دینے آتا ہے۔ وہ دن اور آج کا دن میں سنہری کرنوں والی جاروب کی زد میں ہوں۔روزانہ ایک ہی ٹھوکر مجھے میرے خوابوں سمیت بازار میں پھینک آتی ہے۔"(۷)

ماجد شاہ کی کتاب " ر" کے مختصر ترین افسانے فنی اور فکری دونوں لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں ان کے افسانوں میں فنی و فکری لحاظ سے تنوع پایا جاتا ہے ۔ان کے یہ افسانے اختصار کے باوجود جامع ہیں۔ان کا اختصار ہی ان کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ جہاں چند سطروں میں انھوں نے اپنا مافی الضمیر بیان کیا ہے۔ حرفی و لفظی تکرار، علامت، اشاریت، کنایہ استعارہ ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیت ہے۔ان کے افسانوں میں علامتیں کہیں بھی اتنی پیچیدہ نہیں ہیں جس سے ابلاغ کا مسئلہ پیدا ہو۔ان کے یہ افسانے ان کے اس خیال کو جو وہ اپنے افسانے میں بیان کرنا چاہتے ہیں اس کی بلا روک وٹوک ترسیل کرتے ہیں۔ان کی اس کتاب میں شامل ہر ایک افسانہ بہت سی فنی و فکری خصوصیات کا حامل ہے۔ان کے چند سطروں والے افسانوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کا ہر ہر ایک لفظ اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے۔ کم سے کم لفظوں میں مکمل کہانی کہنے کا فن ہی اس کتاب کی بڑی خصوصیت ہے۔اب تک مائیکرو فکشن کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں ان کو مدِ نظر رکھ کے ماجد شاہ کا افسانوی مجموعہ " ر" مائیکرو فکشن کی بہترین مثال ہے۔ماجد شاہ ایک کامیاب مائیکرو فکشن نگار ہیں۔ماجد شاہ مختصر جملوں کی مدد سے قاری کے ذہن میں ایسی تصویر بناتے ہیں کہ ان کا مطمع نظر واضح ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ زعیم رشید۔مائیکرو فکشن اور عقیل عباس، مشمولہ، دلھن اور دوسرے مائیکرو فکشن (مرتبہ) عقیل عباس۔لاہور: نظمیہ پبلیکیشن، ۲۰۱۶ء۔ ص ۱۵

۲۔ ایضاً۔ ص ۱۸

۳۔ طارق ہاشمی۔ بُک فلیپ، مشمولہ، دلھن اور دوسرے مائکرو فکشن (مرتبہ) عقیل عباس

۴۔ سید ماجد شاہ۔افسانوی مجموعہ ر۔ فیصل آباد: مثال کتاب گھر، ۲۰۱۸ء۔ ص ۱

۵۔ ایضاً۔ ص ۲۷

۶۔ ایضاً۔ ص ۱ ۲

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً